سرچشمہ ہدایت

صرف

القرآن

ڈاکٹر قمر زمان

یہ کتاب آپ کی خدمت میں تحفتاً پیش کی جا رہی ہے

* * *

سلسلہ دعوت قرآنی کی شائع کردہ کتب اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

جہاں پر آپ ان کتب پر تبصرے اور سوالات بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

http://www.aastana.com

فہرست مضامین

1۔	پیش لفظ	--------------------	3
2۔	حرف اول	--------------------	6
3۔	تدبر فی القرآن	--------------------	13
4۔	تعارف القرآن	--------------------	19
5۔	حرف آخر	--------------------	44

PUBLISHED BY:

سلسلہ دعوت قرآنی

پوسٹ بکس نمبر 11037، لاہور، پاکستان

Phone : +92 331 4851184

پیش لفظ

آج جب ہم عالم انسانی پر عمومی اور عالم اسلامی پر خصوصی نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ہر قوم زوال پذیر نظر آتی ہے۔ اگر کوئی قوم آرام و آسائش کی زندگی گزار بھی رہی ہے تو بھی وہ کسی نہ کسی جہت سے زوال پذیر ہے۔ عموماً مغربی ممالک کی ترقی دیکھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ شائد ان ممالک پر اللہ کی خاص عنایات ہیں اور جسے دیکھئے وہ وہاں کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ مسلم امت اخلاقی پستی کی زد میں اس حد تک تو نہیں لیکن یقیناً وہ بھی کسی اور لحاظ سے انحطاط کا شکار ہے۔ جنسی آزادی تو نظر نہیں آتی لیکن معیشت اور معاشرت کے حوالے سے زوال و پستی کی انتہا کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی آخر وجہ کیا ہے؟ قرآن کا تو اعلان ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

نہ تم ہمت ہارو اور نہ ہی غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر مومن ہو۔

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 139)

اس اعلان کے حوالے سے تو اگر کوئی صحیح ایمان پر ہے تو وہی اعلون ہو گا یعنی وہی اعلیٰ مرتبت، غالب اور ممیز ہو گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس قرآن کی حامل امت تو پستی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

کیا امت مسلمہ مومن نہیں؟

کیا نعوذ باللہ قرآن غلط کہہ رہا ہے؟

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس کی نفی تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بغیر سوچے سمجھے کسی بھی بات کی نفی کرتا ہو ورنہ اپنے گردوپیش کو دیکھ لے اور ان حقائق کی تصدیق قران سے کر لے۔ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس دور میں قرآن کی حقانیت کا انکار ناممکن ہے اس کا صرف وہ لوگ ہی انکار کرتے ہیں جو یا تو عقل سے پیدل ہیں یا غور ہی نہیں کرتے۔ اور ان میں ہمارے نام نہاد علماء سر فہرست ہیں جو مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن ثواب کمانے کا ذریعہ ہے اس لئے صرف تلاوت کافی ہے۔ کوئی مردے بخشوانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کوئی اسے نامکمل اور مبہم جان کر احکامات اور شریعت کے لئے اسلاف کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنی انکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی ہے۔

اصل بات تو یہی ہے کہ آج امت مسلمہ مسلمان ہی نہیں رہی اس کا ایمان اس قرآن سے اٹھ گیا ہے۔ اس امت نے اپنے آپ کو مسلمان بھی نہ رہنے دیا۔ یہ اب شیعہ اور سنی میں بٹ گئی ہے۔ حالانکہ

هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ

اللہ نے تم کو مسلم کا نام دیا۔

(سورۃ الحج آیت نمبر 78)

لیکن ہم مسلم نہیں رہے بلکہ الگ الگ ناموں سے پہچانے جانے لگے۔ آیئے غور کریں کہ ہماری ایمانی کیفیت میں کیوں کر کمی ہوئی کہ ہم اپنے آپ کو شیعہ اور سنی کہلوانے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور اللہ نے جو ہم کو مسلم کا نام دیا ہے اسے ہم بھول گئے ہیں۔ ہم کو اللہ نے جو شریعت دی ہے اسے تو نامکمل اور مبہم سمجھ رہے ہیں جبکہ انسانوں کی دی ہوئی شریعت کو مکمل اور واضح سمجھتے ہیں۔ ہم اللہ کی کتاب کے پیروکار نہیں رہے بلکہ امام جعفر کی شریعت، امام ابو حنیفہ کی شریعت، امام شافعی کی شریعت اور امام بخاری کی جمع کردہ احادیث وغیرہ کے پیروکار ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اس جگہ آکر کھڑے ہوگئے ہیں جہاں دوسری قومیں ہمیں

ذلت کی پست ترین کھائیوں میں دھکیل رہی ہیں۔ ہم اپنے قوانین تک نہیں بنا سکتے ہمارے حکمران قرآن کی بجائے کہیں اور سے احکامات حاصل کرتے ہیں۔

حرف اول

آپ جب کسی کتاب کو پڑھتے ہیں اور ہر لحاظ سے جامع پاتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اس مضمون پر اس سے زیادہ جامع اور مفصل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔

لیکن قرآن کے متعلق ایک جدید عالم اپنی تفسیر سے پہلے قرآن سے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جب انسان اس کتاب کے مطالعے کا ارادہ کرتا ہے تو توقع لئے ہوتا ہے کہ کتاب ہونے کی حیثیت سے اس میں بھی عام کتابوں کی طرح پہلے موضوع کا تعین ہوگا پھر اصل مضمون کو ابواب اور فصول میں تقسیم کرکے ترتیب وار ایک ایک مسئلے پر بحث کی جائے گی۔ اور اسی طرح زندگی کے ایک ایک شعبے کو بھی الگ الگ لے کر اس کے متعلق احکام و ہدایات سلسلہ وار درج ہونگی لیکن جب وہ کتاب (قرآن) کھول کر مطالعہ شروع کرتا ہے تو یہاں اسے اپنی توقع کے بالکل خلاف ایک دوسرے ہی انداز بیان سے سابقہ پیش آتا ہے جس سے وہ اب تک بالکل ناآشنا تھا۔ یہاں وہ دیکھتا ہے۔ کہ اعتقادی مسائل، اخلاقی ہدایات، شرعی احکامات دعوت، نصیحت عبرت، تنقید، ملامت، تخویف، بشارت، تسلی، دلائل، شواہد، تاریخی قصے، آثار کائنات کی طرف اشارے بار بار ایک دوسرے کے بعد آرہے ہیں۔ ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں دہرایا جارہا ہے۔ ایک مضمون کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اچانک شروع ہوجاتا ہے۔ بلکہ ایک مضمون کے بیچ میں دوسرا مضمون یکایک آجاتا ہے۔ مخاطب اور متکلم بار بار بدلتے ہیں اور خطاب کا رخ رہ رہ کر مختلف سمتوں میں پھرتا ہے۔ بابوں اور فصلوں کی تقسیم کا کہیں نشان نہیں۔ تاریخ ہے تو تاریخ نگاری کے انداز میں نہیں۔ فلسفہ اور مابعد الطبیعات ہیں تو منطق و فلسفہ کی زبان میں نہیں"۔

اور بہت کچھ لکھنے کے بعد علامہ صاحب قاری کے متعلق فرماتے ہیں۔

”آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ ایک غیر مرتب، غیر مربوط، منتشر کلام ہے جو اول سے لے کر آخر تک بے شمار شذرات پر مشتمل ہے مگر مسلسل عبارت کی شکل میں لکھ دیا گیا ہے۔“

آپ نے ملاخطہ فرمایا ایک عالم کا قرآن کے متعلق عتراف اور یہی وجہ ہے کہ علماء حضرات اس پر زور دیتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا عوام کا کام نہیں ہے بلکہ اس کو علماء پر چھوڑ دینا چاہیے۔ عوام کا کام اس کو الٰہی سمجھ کر مقدس سمجھنا ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے ثواب کمانا آخرت میں جنت میں گھر بنانا اور اس دنیا میں اس کے تعویز بنانا اور الفاظ کی برکات سے فائدے اٹھانا ہے۔ اگر کوئی غلطی سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے Discourage کرنا اور یہ کہہ کر دور کر دینا ہے کہ اس کو تم نے غلط معنی و مفہوم دیا تو عذاب ہو گا۔ قرآن سے دور رکھنے کے بہت سے طریقے ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً وضو کر کے چھونا۔ حالانکہ مسجد میں جو بچے حفظ کرتے ہیں وہ باوضو نہیں ہوتے لیکن وہاں کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

اس کتاب کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھو اور اونچی جگہ پر رکھو تاکہ اتارنے چڑھانے میں اتنی دقت ہو کہ انسان اس تک آسانی سے نہ پہنچ سکے۔ غلط تلاوت ہو گئی تو عذاب ہو گا اس لئے یہ پڑھنے کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ صرف برکت کے لئے گھر میں رکھو۔ بھلا سوچئے کہ آپ جب کسی غیر مسلم کو اس کی تعلیمات پہنچانے کی کوشش کریں گے تو کیا اس کو پہلے وضو کرائیں گے ؟

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کو ایک عرصہ دراز تک چھوڑ دیا گیا جس کی وجہ سے اس کے معنی اور مفاہیم ذھنوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کی وجہ اس زمانے میں چھاپے خانے کا نہ ہونا تھا۔ اگر کوئی چھاپہ خانے کا پتہ لگتا ہے تو وہ بھی مغربی دنیا میں زیادہ تر تو ہاتھ کی لکھائی سے ہی کام چلایا جاتا تھا۔ جتنے بھی قدیم نسخے ملے ہیں وہ سب ہاتھ سے لکھے ملتے ہیں۔

یعنی قرآن کے نسخے اتنے کم تھے کہ عوام تک قرآن کی رسائی ممکن نہ تھی۔ جب چھاپے خانے وجود میں اتنے آئے کہ کتابیں بھی چھاپے خانے میں چھپنے لگیں تو قرآن بھی چھاپے خانوں میں چھپنے لگا۔ لیکن اس وقت تک اتنی دیر ہو چکی تھی کہ قرآن عوام سے دور ہو چکا تھا

صرف چند اشخاص کی ذاتی کتب خانوں میں بطور تبرک محدود ہو گیا جس کی وجہ سے اس کتاب کے مفاہیم کچھ سے کچھ ہو گئے۔ حد یہ ہو گئی ہے کہ آج ہم یہی فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں کہ قرآن کا موضوع کیا ہے۔

کبھی اس میں تاریخ ڈھونڈتے ہیں تو کبھی کائنات کے راز تلاش کرتے ہیں۔ کبھی حیاتیات اور حیوانیات کے جدید انکشافات ڈھونڈتے ہیں تو کبھی انسان کی تخلیق کے ادوار کا علم حاصل کرتے ہیں۔ کوئی ڈارون کی تھیوری کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی غلط۔ میں نے بھی اپنے فہم کے ابتدائی دور میں قرآن کی آیات میں جدید طبی انکشافات کو ڈھونڈنے کی غلطی کی تھی لیکن جیسے جیسے فہم میں بہتری اور ٹھہراؤ آتا گیا مقصد نزول قرآن اور موضوع قرآن واضح ہوتا گیا۔ میں نے پہلے اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ یہ جدید علوم اور انکشافات رسالتماب کے زمانے میں لوگوں کو کس طرح سمجھ آئے ہونگے؟

آج بھی ان علوم و انکشافات کے ذریعے آپ کسی عام آدمی کو کوئی چیز ثابت کر کے نہیں دکھا سکتے۔ یہ علوم اور انکشافات تو اس عمل کے ماہر ہی کی گرفت میں آسکتے ہیں۔ مغربی دنیا میں بھی جہاں علم و فنون اور جدید انکشافات کی بھرمار ہے عام آدمی کی عقل و فہم میں ان علوم و انکشافات کی گرفت ناممکن ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک قرآن کا موضوع ہی متعین نہیں کر سکے۔ اور قرآن کو الٰہی ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کی غیر متعلق باتوں سے قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھئے کسی بھی کتاب کو ثابت کرنے کے لئے خارجی ثبوت پیش کرنا بذات خود اس کتاب کو نامکمل ثابت کرنا ہے۔

مثلاً اگر آپ ریاضی کی کوئی کتاب اٹھاتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ ریاضی کی کتاب ہے اگر سائنس کی کوئی کتاب اٹھاتے ہیں تو فوراً آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کیمیا کی کتاب ہے۔ یا Physics یا Biology کی کتاب ہے۔

فلسفہ کی کتاب خود بولتی ہے کہ اس کتاب میں فلسفہ زیر بحث آیا ہے۔ اسی طرح کسی بھی کتاب کو ثابت کرنے کے لئے قطعاً ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری کتابوں کا سہارا لیا جائے اور پھر ثابت کیا جائے کہ واقعی یہ کتاب فلاں علم سے متعلق ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کبھی کسی ڈاکٹر کی ڈاکٹری سے ثابت کرتے ہیں۔ تو کبھی کسی جدید ماہر فلکیات کے انکشافات سے۔

کیا اس کتاب کے مضامین اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں رکھتے کہ وہ خود ثابت کر سکیں کہ واقعی یہ کتاب بر حق ہے اور موضوع کے اعتبار سے مکمل مفصل اور جامع ہے۔

لیکن ہماری بد قسمتی یہی ہے کہ نہ تو ہم قرآن کے مقصد نزول کو ہی سمجھ پائے اور نہ ہی اس کتاب کے موضوع کو متعین کر سکے نیتجتاً یہ ثابت ہی نہ کر سکے کہ یہ کتاب مکمل مفصل اور جامع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے کبھی بے مقصد بے تکی کہانیوں کا سہارہ لیتے ہیں تو کبھی تواتر پر انحصار کرتے ہیں۔ اور حد یہ ہو گئی ہے کہ مذہبی کہانیوں کو ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن بھی تو تواتر قولی سے ملا ہے۔

آیئے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ اس کا مقصد نزول کیا ہے۔ قرآن میں کہا گیا۔

سِيرُوا فِي الأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

زمین میں گھوم پھر کر دیکھو اور دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

ان آیات میں قرآن دعوت دے رہا ہے کہ زمین میں گھوموں پھرو اور مشاہدہ کرو کے تم سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا جن لوگوں نے احکامات الٰہی کو جھٹلایا تھا۔ انسانوں کو مشاہدہ کی دعوت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مشاہدہ اسی دنیا میں کرنا ہے۔ اسی طرح اسی دنیا کے معلوم اور معروف واقعات سے جنت و دوزخ ثابت کی گئی۔ مثلاً موسیٰ اور فرعون کا واقعہ، عیسیٰ اور ان کی قوم کو واقعہ، صالح، ھود شعیب اور انکی اقوام کے واقعات۔ ان واقعات میں کیا بتایا گیا ہے؟

کیاان واقعات میں مصری، رومن اور گریک دیومالائیت یاان سے متاثر شدہ یہودی اور نصرانی قصوں کو بیان کیا گیاہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ قرآن تو کہتاہے

ان هذا القرآن يقص على بنى اسرائيل اكثر الذى هم فيه يختلفون

یقیناًیہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ بیان کرتا ہے جس میں یہ کثرت سے اختلاف کرتے ہیں۔

یعنی قرآن ان قصوں میں وہی بات نہیں دھراتا جو دیومالائیت کے تحت بیان کئے گئے ہیں بلکہ ان کا کوئی مقصد ہے۔ یعنی اگر یہودی یا عیسائیت میں موسیٰ اور فرعون کے قصوں میں بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل، موسیٰ کا ایک شخص کو قتل کرنا پھر بھاگ جانا، واپس آنا، جادوگروں کے سامنے اژدھا ڈالنا، جادوگری کے دوسرے مظاہرے کرنا سمندر کو دو حصوں میں پھاڑنا وغیرہ اور عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا اندھوں کو بینائی عطا کرنا، مٹی سے پرندہ بنانا، مردے کو زندہ کرنا، وغیرہ وغیرہ بیان ہوئے ہیں تو قرآن کا بیان یقیناً اس سے مختلف ہوگا۔ ورنہ اسلام یہودیت اور عیسائیت کا ایک جدید (جواب قدیم ہو گیا ہے) Version ہے اور بائبل کی موجودگی میں اسی کے مضامین کا دھرایا جانا ایک بے مقصد کام نظر آتا ہے۔

قرآن اپنا مقصد امن اور سلامتی بیان کرتا ہے جس کی بنیاد انسان کے آپس کے تعلقات میں حقوق کی باآوری ہے۔ اگر ایک جملے میں قرآن کا مقصد بیان کیا جائے تو کچھ یوں ہوگا۔ قرآن انسان کے آپس کے تعلقات کی کتاب ہے۔ جس کے ذریعے ایک اصلاحی فلاحی مثالی معاشرہ قائم کیا جاتا ہے جس میں ہر شخص کے حقوق اس کو اس کے دروازہ پر ملتے ہیں اور پسینہ گرنے سے پہلے ملتے ہیں۔

یہی اصلاحی فلاحی مثالی معاشرہ جنت ہے اور جب حقوق انسانی پامال ہوتے ہیں تو یہی معاشرہ جہنم بن جاتا ہے۔ اس معاشرہ کا اصلاحی فلاحی اور مثالی بنانے میں کسی رنگ و نسل یا مذہب کا عمل دخل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے بگاڑ میں کسی خاص رنگ و نسل یا مذہب کا ہاتھ ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یقیناً وہ لوگ جو اھل ایمان ہیں یا جو یہودی ہیں یا جو عیسائی ہیں یا کسی بھی مذہب والے ہیں اگر وہ اللہ اور آخرت کے ساتھ اہل ایمان ہیں اور اصلاحی اور صلح جوئی کے عمل کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا اجر محفوظ ہے ان کو کسی قسم کا خوف نہیں ہے اور نہ ہی یہ ملال کرتے ہیں

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۶۲)

اس سے زیادہ انسانیت کے لئے کون سی Secular نصیحت ہوگی جو کہہ رہی ہے کہ ہر شخص کو بدلہ اس کے اصلاحی عمل اور الٰہی اصول وپیمانوں کے مطابق ملے گا۔ مذہب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر اہمیت ہے تو اصول اور پیمانوں کی ہے۔ اگر اہمیت ہے تو انسان کی اصلاحی اعمال کی۔۔۔۔ اگر اہمیت ہے تو دوسروں کو ایمان یعنی امن اور اسلام یعنی سلامتی دینے میں ہے۔

لیکن ہم نے اس اسلام کو جس میں دوسروں کو امن و سلامتی دینا بنیاد ہے ایسا درندگی اور جہالت کے اسلام میں بدل دیا ہے جس میں صرف چند مخصوص رسومات اور عقائد کے پیروکاروں کو ہی بدلہ ملے گا۔ باقی تمام خدا کے پیدا کردہ مخلوق جہنم رسید ہوگی اور وہ لوگ بھی جو انسانوں کے ساتھ درندگی سے پیش آتے ہیں مگر کیونکہ ان کے مذہبی خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں جنت میں جائیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ قرآن کا مقصد نزول فلاح انسانی اور انسانی حقوق کی بازیابی ہے۔ آیئے ارادہ کیجئے کہ آپ بھی قرآن کو خود کھول کر دیکھیں گے اور اس تذبذب کی کیفیت سے نکلنے کی کوشش کریں گے جس میں ہمارے علماء اور اسلاف نے ڈال رکھا ہے جسے قرآن نے پہلے کی قوموں کی مثال دے کر یوں بیان کیا ہے۔

وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ

یقیناً وہ لوگ اللہ کی آیات کے معاملے میں شک میں مبتلا رہے۔

(سورۃ ھود آیت نمبر 110)

اگر خود امت مسلمہ قرآن کو نامکمل، مبہم اور غیر مفصل سمجھے تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ مسلمان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں وہ قرآن کو الٰہی ہونے کا دعوی تو کرتا ہے لیکن اسی زبان سے اس کو نامکمل بھی کہتا ہے۔ اور اس کے سمجھنے کے لئے ایسی سازشوں کو مقدس سمجھتا ہے جو اس کی بنیادی تعلیم کو ہی برباد کرنے پر کمربستہ ہیں۔

تدبر فی القرآن

ہمارا مذہبی پیشواء نہ صرف قرآن کو نا مکمل بلکہ مشکل بھی کہتا ہے اور یہ باور کرانے کی پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کلام کو صرف نام نہاد علماء حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں اور وہ بھی چند تفاسیر اور روایات کے حوالے سے جن کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس حد تک صحیح ہیں، اس لئے کہ وہ آپس میں متضاد ہیں اور بہر حال انسانی کاوش کا نتیجہ ہیں لیکن مسلمانوں میں شخصیت پرستی اس قدر ہے کہ ہم مردہ پرست قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ ہم کو گزرے ہوئے لوگوں میں ہی ساری خصوصیات نظر آنے لگتی ہیں ان کا ہی کہا حرف آخر ہوتا ہے خواہ وہ عقل کی کسوٹی پر بھی پورا نہ اترے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہمارا مذہبی پیشواء ہماری عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھرتا ہے حالانکہ قرآن آیا ہی عقل والوں کے لئے ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ

بے شک ہم نے تمہارے لئے آیات واضح کر کے بیان کر دی ہیں اگر تم عقل سے کام لو۔

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 118)

قرآن نے ہر دور کے لوگوں کو دعوت دی ہے کہ غور کرو۔ حتیٰ کہ قرآن ان بندوں کے لئے جو مکمل شخصیت کے حامل ہوتے ہیں اور جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ عباد الرحمان کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب ایسے لوگوں کو ان کے رب کی آیات کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے تب بھی وہ ان آیات پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے۔ یعنی عقل و شعور کی کسوٹی پر رکھ کر ان پر غور کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا

ان لوگوں کو جب ان کے رب کی آیات سے یاددھانی کرائی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 73)

ایسے لوگ قرآن میں تدبر کرتے ہیں، غور خوض کرتے ہیں کہ ان آیات کا مقصد نزول کیا ہے وہ شان نزول کے تحت اللہ کے کلام کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سوچتے ہیں کہ ہم کو کیا کرنے کو کہا گیا ہے۔

لیکن ہم کو تو ہمارے مذہبی پیشواء نے بچپن سے یہ کہہ رکھا ہے بلکہ یہ عقیدہ کی حد تک ذہنوں میں پختہ کر دیا ہے کہ دین کے معاملہ میں عقل نہ استعمال کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذہبی پیشوائیت کے پاس سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں جس کی حقیقت عقل کی کسوٹی پر رکھتے ہی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

اللہ کے نزدیک تو وہ لوگ بدترین جانور ہیں جو عقل استعمال نہیں کرتے۔

(سورۃ الانفال آیت نمبر 22)

سورۃ یونس میں اللہ پاک نے فرمایا

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو عقل استعمال نہءں کرتے گندگی لاد دیتا ہے۔

(سورۃ یونس آیت نمبر 100)

اس آیت کا ترجمہ کسی حد تک مشکل ہے اس لئے کہ ''الرجس'' کا ترجمہ کسی زبان میں ہو ہی نہیں سکتا۔ ''الرجس'' اس جوہڑ کی گندگی کو کہتے ہیں جہاں پانی آکر رک جاتا ہے اور

اس میں ایسی سرانڈ پیدا ہو جائے کہ گزرنے والا اپنی ناک بند کئے اور کپڑے اٹھائے بغیر نہ گذر سکے۔

آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن عقل استعمال کرنے کی کتنی ترغیب دیتا ہے لیکن مذہبی پیشواء خود بھی تقلید پسند ہے اور ہمیں بھی اسی کی ترغیب دیتا ہے اور یہ کہ ہم بھی عقل استعمال نہ کریں اور اس لئے مذہبی پیشواء کی وہی حالت ہے جسے قرآن نے سورۃ یونس کی اوپر بیان کی ہوئی آیت میں "الرجس" کہا ہے۔

ہمیں قرآن کے فہم حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے بلکہ یہ کہہ کر روکا جاتا ہے کہ قرآن سے لوگ گمراہ بھی ہوتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو فاسق ہیں۔ یعنی جو اللہ کے احکامات کو نہیں مانتے اور یہی وجہ ہے کہ مذہبی پیشواء گمراہ ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے اس قانون کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے جس کے تحت ہر انسان کو عقل استعمال کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔

ہم سے اکثر علماء کہتے ہیں کہ قرآن فہمی میں اپنی عقل استعمال نہ کرو بلکہ جو کچھ تفاسیر کی شکل میں تم کو مل رہا ہے اس کو لے کر لنگڑے بن جاؤ اور وہ بدترین جانور بن جاؤ جسے اللہ نے اپنے نزدیک بہرا گونگا اور بے عقلا کہا ہے۔

مذہبی پیشواء کی تعلیم کے برعکس قرآن نے ہر شخص پر لازم قرار دیا ہے کہ قرآن میں غور و خوض کرے۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

ہم نے آپ کی طرف ایک کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور تاکہ اہل علم و دانش یاد دہانی کرائیں۔

(سورۃ ص آیت نمبر 38)

اس آیت کریمہ میں آیات کے نزول کے دو مقاصد ارشاد فرمائے گئے۔ ایک تو کتاب کا مقصد نزول عوام الناس کے لئے اور دوسرا مقصد نزول اہل علم و دانش کے لئے۔ عوام الناس تو اس کی آیات میں تدبر کریں گے تب کچھ پائیں گے جب کہ اہل علم و دانش کتاب کی یاد دہانی کرائیں گے۔ اس آیت سے یہ بات خود بہ خود واضح ہوگئی کہ تدبر کرنا اہل علم ہی کا فریضہ نہیں بلکہ ہر شخص پر لازم ہے جبکہ اہل علم و دانش اس کو تدبر کے نتیجہ میں جن نتائج پر وہ پہلے پہنچ چکے ہیں بار بار یاددھانی کراتے رہیں گے جو ہمارے علماء نہیں کرا رہے۔

اور جو لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے ان کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیاان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

یہ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے کیاان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں

(سورۃ محمد آیت نمبر 24)

آج کتنے فی صد لوگ ہیں جو قرآن کی آیات میں غور و خوض کرتے ہیں۔ قرآن میں تدبر کرنا تو دور کی بات ہے کتنے لوگ ہیں جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ کیا قرآن اسی لئے آیا تھا کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے اسے قطعاًنہ سمجھا جائے بلکہ اس کو ثواب کا ذریعہ بنایا جائے۔ اگر کوئی ہمت کرتا بھی ہے تو ان جھوٹے سچے قصوں کے حوالوں سے قرآن کو سمجھتا ہے جسے تفسیر کہا جاتا ہے بقول شاہ اسماعیل شہید کے:

'اس زمانہ میں دین کی بات میں جو لوگ کئی راہیں چلتے ہیں کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا پیغام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کے لئے بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں ہے کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت ہے کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں۔ سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں باتیں بہت

صاف اور صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں اور اللہ اور رسول کے کام کو سمجھنے کے لئے بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو اور جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے۔'

آگے فرماتے ہیں

'افسوس ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن تو سمجھ نہیں سکتے۔ البتہ مختلف حضرات نے (اپنے اپنے خیالات کے لحاظ سے) جو شرحیں (تفسیریں) قرآن کریم کی لکھی ہیں وہ ہم سمجھ سکتے ہیں اور انہیں کو سمجھنا اور ان شرحوں کے سمجھنے کی کوشش کو لوگوں نے قرآن کی تعلیم سمجھ رکھا ہے۔

(بحوالہ تقویتہ الایمان)

تفاسیر کے متعلق شاہ ولی اللہ کی رائے بھی سن لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

'دراصل قرآن کی تعلیم اور تفسیر قرآن کی تعلیم علیحدہ علیحدہ ہیں ایک چیز نہیں۔ قرآن خود ایک مستقل کتاب ہے اور صاف سلیس عربی میں ہے'

(بحوالہ تفہیمات الہیہ)

یہاں پر مولانا عبید اللہ سندھی کی تنقید بھی بر محل ہو گی وہ فرماتے ہیں۔

'قرآن پر غور و فکر کرنا اور چیز ہے اور تفاسیر پر غور و فکر کرنا اور چیز ہے۔ اصل قرآن کو چھوڑنے سے اور اس کو صحیح طریقہ سے نہ پڑھنے (یعنی صحیح طریقہ سے نہ سمجھنے) کی وجہ سے ہم قرآن کی صحیح تعلیم سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔'

(بحوالہ اندائے فرقان نومبر 92)

آیئے آج ہم اس بات کا ارادہ کریں اور اس یقین سے قرآن کو کھول کر دیکھیں کہ قرآن مکمل جامع اور مفصل کتاب ہے۔ اس میں نہ کوئی کمی ہے جس کے لئے کسی تفسیر یا تشریح کی ضرورت پڑے اور نہ ہی غیر واضح یا مبہم کہ کوئی اس کی تفصیل دے۔

اگر تو قرآن ہر دور کے تقاضوں کے لئے آیا ہے تو ہر دور میں قرآن سے قوانین کی جزیات اخذ کرنی پڑیں گی اور یہ ایک زندہ کتاب کی حیثیت رکھے گی ورنہ یہ صرف جھاڑ پھونک اور تعویز گنڈوں کے ہی کام آئے گی۔

قرآن ان لوگوں کو جو قرآن سے رجوع نہیں کرتے 'کالانعام'' (جانور) کہتا ہے یعنی وہ اشخاص جو اس سے رجوع نہیں کریں گے جانوروں جیسی زندگی گزاریں گے۔ اور یقیناً آج ہمارا حال جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا ہے۔

اس لئے یہ خیال کہ قرآن کے سمجھنے والے تو پہلے دور کے ہی لوگ تھے بالکل غلط ہے انہوں نے اپنے دور کے لئے احکامات کی جزئیات اور حکمت عملی قرآن سے اخذ کرلی اب اس دور کے لئے حکمت عملی اور جزئیات آج ہم کو خود قرآن سے اخذ کرنے کی ضرورت ہے پہلے ادوار کے لوگوں کے سامنے وہ مسائل تھے ہی نہیں جو آج کے دور میں سامنے آرہے ہیں آج بالکل ہی مختلف قسم کے مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل کا حل کسی فقہ یا علماء کی تفسیر سے نہیں مل سکتا۔ یہ آپ کا دور ہے اب آپ یعنی جدید علوم پر دسترس رکھنے والے لوگوں کا دور ہے۔ آپ نے خود اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھانا ہے۔ اس کے لئے آپ کو قرآن کھولنا ہو گا۔ اس میں غور کرنا ہو گا اور اپنے دور کے مطابق قرآن سے اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنا ہو گا۔

تعارف قرآن

اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب قرآن ہے اور اس کے سمجھنے کے لئے قطعاً مذہبی پیشوائیت کی ضرورت نہیں بلکہ مضر ہے۔اس کے اصل مخاطبین توعوام الناس ہیں اور جب وہ اس سے اساسی تعلیم حاصل کرلیں تو اسی پر تدبر کریں۔

دوسری بات یہ کہ اس کتاب کا مقصد صرف لوگوں کو ہدایت دینا ہے اور اس ہدایت کو دینے کے لئے اللہ تعالیٰ مثالیں اور استعارے ااستعمال کرتے ہیں جس کے لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بھی ایک نہایت ہی جامع مثال سے واضح کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۔ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے پاکیزہ کلام کو کس چیز سے مثال دی ہے؟اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نہایت ہی عمدہ درخت ہو جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی' اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہوں اور وہ ہر وقت اپنے رب کی مشیت اور قانون کے مطابق پھل دیتا رہتا ہے۔

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر 24,25)

یعنی قرآن پاک وہ کلام ہے جس کی بنیاد اتنی گہری ہے جسے کائنات کی کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی اور حکمت کے لحاظ سے یہ کلام اتنا وسیع کہ آسمان کی بلندیوں کو چھوئے اور جب یہ کلام لوگوں کے علم اور عمل میں راسخ ہو جائے تو نتائج کے لحاظ سے ایسا کہ جب بھی کلام کا نفاذ ہو تو ہمیشہ

ہر زمانہ میں نتائج نظر آئیں۔ اسی آیت میں مثال بیان کرنے کی غایت بھی بتادی۔ اللہ مثالیں اس لئے بیان کرتا ہے کہ لوگ ان مثالوں سے نصیحت حاصل کریں۔

ان مثالوں کے ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نصیحت اور سبق دیتے ہیں۔ ایک سبق تو ہر انسان کے سامنے آتا ہے یعنی انسانی زندگی میں اللہ کے کلام سے ہدایت حاصل کرنا دوسری چیز جو کسی مثال سے سامنے آتی ہے وہ اس مثال کی بذات خود حیثیت ہے اللہ پاک نے ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی۔

(سورۃ الزمر آیت نمبر 27)

ہر قسم کی مثال بیان کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ قرآن کا طالب علم خواہ کسی علم کا اختصاص رکھتا ہو اس کے اطمینان کے لئے اسی کے میدان سے قرآن میں مثال مل جائے گی۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ یہ مثالیں صرف سمجھانے کے لئے ہیں ان مثالوں سے اس خصوصی علم کی تعلیم مقصود نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے....... ان ھد اللہ ھو الھدیٰ یہ آیت قرآن میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ الانعام میں آئی ہے۔ اور اس آیت کی روسے اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ اللہ کی اصل ہدایت کا منبع و سرچشمہ کیا ہے۔ کیا اللہ کی ہدایت ہم کو اللہ کی کتاب میں ہی ملے گی یا یہ کہ نام نہاد مقدس کتابوں میں بھی مل سکتی ہے۔

سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے.......

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ

اور ہم نے آپ پر وہ کتاب اتاری جو ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے۔

(سورۃ النحل آیت نمبر 89)

ان آیات میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جو کتاب رسالتمآب پر نازل فرمائی گئی وہ نہ صرف ہر چیز جو ہدایت یافتہ ہونے کے لئے ضروری ہو بیان کرتی ہے بلکہ یہی کتاب اصل کتاب ہدایت ہے اور وہ لوگ جو امن اور اسلام کے طالب ہوں ان کے لئے رحمت اور خوشخبری ہے اللہ پاک قرآن ہی کو دلیل فرماتے ہیں اور اسی کو پکڑنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

اے لوگوں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آگئی ہے۔ یعنی ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی بھیجی ہے اب وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لانے کے طالب ہیں اور اس کتاب سے چمٹ جاتے ہیں تو اللہ ایسے لوگوں کو یقینا اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں اور اپنا فضل فرماتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو اپنی طرف آنے کے راستے پر یعنی صراط مستقیم پر لے آتے ہیں۔

(سورۃ النساء آیت نمبر 174,175)

ان آیات پر غور کرنے سے چند پہلو سامنے آتے ہیں کہ قرآن کو ہی دلیل اور واضح روشنی کہا گیا اور جو اس کے وحی ہونے پر یقین رکھے اور اللہ پر ایمان لانے کے طالب ہوں یعنی اللہ نے جو ایمان اور اسلام کی کیفیات بیان فرمائیں ہیں ان پر اسی خوبی سے عمل پیرا ہوں اور اسی قرآن کو ہر وقت اپنے لئے مشعل راہ بنائیں تو ایسے لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے نوازتے ہیں اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

سورۃ النساء کی ان آیات میں قرآن کو نور کہا گیا اور یہی بات سورۃ المائدہ میں بھی ارشاد فرمائی......

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور یعنی کتاب مبین آ گئی ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 15)

اور سورۃ المائدہ کی آیت کا اگلا حصہ ہی اس کتاب مبین کے بیان کرنے کا اصل مقصد ہے۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اللہ اس کے ذریعہ اس کو ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کی رضا کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اس کو ہی سلامتی کے راستے بتاتے ہیں اور اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 16)

ان آیات سے یہ اصول معلوم ہوا کہ اللہ صرف اسی کو ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی چاہے اور اللہ ہی کی رضا کی اتباع کرے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو یہ خواہش رکھے کہ اس نے اللہ کی رضا کی اتباع کرنی ہے۔ تو اللہ اس کو اس قرآن کے ذریعہ ہی ہدایت عطا فرماتے ہیں اس کے پاس کوئی مولوی نہیں بھیجتے۔ کوئی پیر صاحب تشریف نہیں لاتے کسی فرشتے کا نزول نہیں فرماتے کوئی الہام نہیں کرتے کوئی خواب ذریعہ ہدایت نہیں بناتے۔ کوئی حدیث کی حجت نہیں قائم کرتے کوئی فقہ دلیل نہیں بناتے۔ اس لئے جس شخص کو بھی ہدایت حاصل کرنی ہے اس کو قرآن کو ہی ذریعہ ہدایت سمجھ کر پکڑنا ہو گا تو نتیجتاً اللہ ایسے شخص کو سلامتی کے راستوں پر چلائیں گے اس کو گمراہی کے راستوں سے نکال لائیں گے اور اس راستہ کی طرف جو صراط مستقیم ہے یعنی ہمیشہ قائم رہنے والا راستہ ہے راہنمائی فرمائیں گے۔

رسالت مآب نے ہمیشہ اسی قرآن کو مشعل راہ بنایا اسی کی طرف دعوت دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے.......

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اے رسول آپ فرمادیجئے یہی میرا راستہ ہے جس کے ذریعہ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں میں اور میری اتباع کرنے والے بصیرت کی بنیاد پر یہ دعوت دیتے ہیں اللہ سب خامیوں سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

(سورۃ یوسف آیت نمبر108)

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسالت مآب نے اللہ کی طرف آنے کے لئے لوگوں کو جو دعوت دی وہ اسی کتاب سے دی۔ اور ظاہر ہے اس میں کسی شک کی گنجائش بھی نہیں۔ اگلی بات جو ہمارے لئے بہت اہم ہے وہ یہ کہ وہ لوگ جو رسالتمآب کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت میں اللہ رسالت مآب کی زبان سے کہلوا رہے ہیں کہ رسالت مآب کی اتباع کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اسی قرآن کے ذریعہ دعوت دیتے ہیں اور بصیرت کی بنیاد پر دعوت دیتے ہیں۔ اور آخیر میں یہ کہنا کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں بہت اہم ہے یعنی جو اللہ کی کتاب سے بصیرت کی بنیاد پر دعوت نہیں دیتا وہ مشرک ہے اور رسالت مآب کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ....

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ

یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر2)

اللہ پاک نے متقی بننے کے لئے ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر انسان اپنے پرانے خیالات اور عقائد سے تائب ہو کر یعنی بہ الفاظ دیگر صرف اللہ

کے راستہ کو ہی اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اللہ نے ہدایت کا وعدہ کیا ہے اور یہ ہدایت ایسے شخص کے لئے صرف قرآن سے ہی مل سکتی ہے کیونکہ قرآن خود اپنے الفاظ میں 'ھدی للناس' ہے۔

کلام جو میسر کر دیا گیا

بنیادی طور پر قرآن تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے جس کے ذریعہ ہر وہ شخص جو اللہ کے کلام کو سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور یہ تاثر کہ یہ کتاب مشکل ہے اور صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں بالکل غلط ہے۔ اس کتاب کا بیان قطعاً مشکل نہیں ہے کہ سمجھ ہی نہ آئے اور صرف جس کی سمجھ میں آیا ہے وہی سمجھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مشکل کتاب دیکر پریشانی میں نہیں ڈالا بلکہ ایک ایسی کتاب دی ہے جو آسان بھی ہے۔ تاکہ ہر ذہنی سطح کا انسان اس کو آسانی سے سمجھ سکے۔ سورۃ القمر میں یہی بات چار مرتبہ دھرائی گئی ہے تاکہ پڑھنے والے اس آسان کتاب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے........

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

ہم نے قرآن کو نصیحت اور سمجھنے کے لئے میسر کر دیا ہے تو ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے

(سورۃ القمر آیت نمبر 17,22,23,40)

اللہ پاک جس کلام کو آسان بتا رہے ہوں اور ایک دفعہ نہیں بار بار فرما رہے ہوں کہ یہ کلام آسان ہے لیکن اسی کلام کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ کلام تو بہت مشکل ہے اور صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں سمجھنے سمجھانے کا کام تو صرف علماء ہی کر سکتے ہیں یا انہی کی ذمہ داری ہے تو پھر ایسا شخص صریحاً اس آیت کی نفی کر رہا ہے اللہ اس کی مغفرت فرمائے۔ یہاں ایک بات کی اور وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" میں لفظ "یسرنا" باب تفعیل سے ہے اور مادہ "ی س ر" ہے اسی مادہ اور باب تفعیل سے لفظ "میسر" ہے۔ اس لئے "یسرنا" کا ترجمہ "ہم نے میسر کر دیا" زیادہ قریب الفوائد ہو گا۔

کمی سے پاک کلام

اس کلام کے متعلق یہ تاثر بہت عام ہے کہ یہ نامکمل ہے اس لئے اس کی سمجھ صرف ان لوگوں کو آسکتی ہے جو قرآن فہمی کے علوم پر دسترس رکھتے ہوں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہر فرقہ نے ان علوم کی اقسام بھی الگ الگ بنا رکھی ہیں۔ اور ان علوم کو پڑھنے کے بعد علماء قرآن کے فہم میں اختلاف کہتے ہیں۔ یہ بھی عوام کو قران سے دور رکھنے کی سازش ہے تاکہ عوام قرآن کی طرف اس ڈر سے قدم ہی نہ بڑھائیں کہ کون ان علوم کو حاصل کرے گا اور پھر قرآن کو سمجھے گا۔ اس لئے یہ فریضہ علماء کے حوالے ہی کر دو۔ یاد رکھئے ہر وہ عقیدہ' تاثر' خیال یا عمل جو آپ کے اور قرآن فہمی کے درمیان حائل ہے وہ ایک سازش ہے خواہ شعوری ہو یا غیر شعوری۔ آپ اس سازش کا پردہ چاک کیجئے اور وہ رکاوٹیں جو آپ کے اور قرآن کے درمیان ہیں ہٹا ڈالئے اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ خود آپ کی انگلی پکڑ کر کس طرح اپنے مفاہیم اور معانی واضح کرتے ہیں۔ آپ حیران رہ جائیں گے اور ان لوگوں کی عقل کا ماتم کریں گے۔ جب آپ قرآن کو خود سمجھنا شروع کریں گے اور معلوم ہو گا کہ اللہ آپ کو اپنے کلام سے کیسے گزارتے ہیں اور ہر حجاب ہٹتا چلا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ خود یہ فرمائیں کہ اس کتاب میں کوئی کجی یا کمی نہیں تو ہم کو اس قرآن میں کیوں کمی محسوس ہوتی ہے۔ سورۃ الکہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے.......

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا

سب حمد اللہ تبارک تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ پر ایسی کتاب اتاری جس میں کوئی کمی نہیں۔

(سورۃ الکہف آیت نمبر 1)

مکمل ضابطہ حیات

تمام حمد و ثناء صرف اس ذات کے لئے ہو سکتی ہے۔ جو ہم کو اپنی رحمت سے ایسی کتاب دے جس کو ہم بجا طور پر پیش کر سکیں کہ یہ ہے ہمارا ضابطہ حیات۔ اس ضابطہ حیات میں نہ تو کسی قسم کی کمی ہے اور نہ ہی کجی اور نہ ہی ہدایت پانے کے لئے کسی قسم کی کوئی بات ادھوری دی گئی ہے۔ اگر اس پر انسان عمل کرے تو یہ ہدایت اور رحمت ہے اور آئندہ زندگی کی کامیابی اور کامرانی کی ضامن۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے.......

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

ہم نے قرآن میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر 38)

سورۃ النحل میں رب کائنات نے یہ بشارت فرمائی......

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری جو ہر چیز کا بیان (وضاحت) ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

(سورۃ النحل آیت نمبر 89)

ان آیات پر کچھ بے وقوف علماء نے بہت اعتراض کیا کہ اگر اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی اور ہر چیز کا بیان ہے۔ تو اس میں جوتے کے تسمے کس طرح باندھے جائیں گے کہاں لکھا ہے۔ سڑک پر دائیں چلیں گے یا بائیں کہاں بائیں بیان ہوا ہے۔۔۔۔ ان کی عقل اور علم کی انتہا بس یہی ہے۔ ان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ کتاب کس مقصد کے لئے نازل کی گئی ہے۔ ایسے علماء کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کتاب انسانی ہدایت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اور اس کا موضوع فلاح انسانی ہے اور اس مقصد کے لحاظ سے اس میں کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔۔۔۔۔ افسوس صد افسوس کہ ایسے لوگ ہمارے علماء دین بن بیٹھے ہے۔

محفوظ کتاب

عام کتابوں کے برعکس یہ کتاب چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے چلی آرہی ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس کا دشمنوں نے بھی انکار نہیں کیا۔ یہ دعویٰ کسی بھی دوسری کتاب کے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ o فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ o لا يَمَسُّهُ إِلا الْمُطَهَّرُونَ o

بے شک یہ قرآن کریم ہے جو کتابی شکل میں محفوظ ہے اور اس کو وہی مس کرتے ہیں جو پاکیزہ انسان ہیں۔

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 77,78,79)

یہاں میں یہ بتاتا چلوں کہ ہمارے مذہبی پیشواؤں نے دین کو ایک دیومالائی مذہب بنا کر پیش کیا ہے جس میں جن اور فرشتوں کا کام زیادہ ہے اور انسانوں کا کام صرف ان مذہبی پیشواؤں کی پیروی کرنا ہے۔ اس نام نہاد مقدس گروہ کا کام اس قرآن پاک میں تمام تر ابہام پیدا کرنا ہے اور اس کے فہم سے دور رکھنا ہے۔ ہم کو کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ ان دنیاوی اوراق میں بھی محفوظ ہے۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ اس کو صرف فرشتے ہی چھو سکتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ کلام صرف اس شخص کا مطہر دل ہی چھوئے گا جس نے ہر عقیدہ کی آلودگی سے اپنے آپ کو پاک کر لیا ہو۔ ہم کو یہ باور تو کرایا جاتا ہے کہ رسالتمآب کی زندگی میں یہ قرآن کتابی شکل میں موجود نہیں تھا لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس کا جمع کرنا تو خود اللہ کی ذمہ داری تھی۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ o فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ o ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ

بے شک ہم پرلازم ہے اس قرآن کا جمع کرنا اور سمجھانا پس جب یہ سمجھایا جائے تو اس کی پیروی کرو۔ اور ہماری ہی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو واضح کریں۔

(سورۃ القیٰمۃ آیت نمبر 17,18,19)

جب اللہ پاک خود قرآن کو ایک جمع شدہ شکل میں دینے کی ذمہ داری لے رہے ہیں تو کیا آپ کا خیال ہے کہ اللہ نے یہ ذمہ داری پوری نہ کی ہو گی لیکن ہماری تاریخ تو کہتی ہے کہ قرآن تو سیدنا ابو بکر نے جمع کرایا۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کو جمع کرانے کے لئے کھالیں پتے اور اس قسم کی چیزیں ڈھونڈ کر لانی پڑیں۔ لیکن کوئی ان عقل سے عاری لوگوں سے یہ نہیں پوچھتا کہ اس وقت تو کاغذ پر دوسری کتابیں لکھی جا چکی تھیں اور عرب میں کاغذ موجود تھا جس کی گواہی مملکت اسلامیہ کے وہ دعوت نامے ہیں جو رسالتمآب نے قیصر و کسریٰ کو بھیجے تھے۔ پھر قرآن کو کیوں پتوں اور کھالوں پر لکھا گیا۔ ہمارا عالم ہم سے کہتا ہے کہ سیدنا عمر کے کہنے پر سیدنا ابو بکر نے مختلف چیزوں پر لکھی ہوئی آیات کو جمع کر کے قرآن کو یکجا کیا کیونکہ قرآن کے حفاظ کی تعداد جنگ کی وجہ سے بہت کم رہ گئی تھی۔ لیکن کوئی ان علماء سے یہ نہیں پوچھتا کہ سیدنا ابو بکر نے یہ کیوں نہ کیا کہ چند حفاظ کو بٹھاتے اور ان سے کہتے کہ تم قرآن سناتے جاؤ اور لکھنے والوں سے کہتے کہ تم لکھتے جاؤ۔

لیکن ہمارے مذہبی پیشواؤں نے ہمارے سوچنے کی طاقت ایسی سلب کی ہے کہ ہم ہر ایسی چیز کو مقدس سمجھ کر جو ہمارا مذہبی پیشواء کہتا ہے اپنے قلوب و اذھان میں بٹھا لیتے ہیں لیکن سوچنے اور سوال کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔

قرآن کو سمجھنے کے لئے وہ قلب سلیم چاہئے جو ہر راستہ کو چھوڑ کر قرآن کے راستہ پر چلنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہو۔ جو ہر پرانی روایت اور عقیدہ کو باطل سمجھتا ہو ایسا شخص ہی مطہر کہلانے کے لائق ہے اور ایسے شخص ہی کا بیان سورۃ الواقعہ کی آیات کریمہ میں ہوا ہے جسے فرشتوں پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہو کہ قرآن کو سمجھنے والے وہ فرشتے انسان ہی ہیں جن کے دل مطہر ہوتے ہیں وہی اسے مس کرتے ہیں یعنی قرآن کے مفاہیم کے قریب انسان ہی پہنچتے ہیں

تو ہر انسان کوشش کرے گا کہ وہ اپنے دل سے ہر آلودگی نکال کر قرآن کی پیروی میں لگ جائے۔

معروف زبان

قرآن کا نزول ایک ایسی زبان میں ہوا جس کو خود قرآن نے 'عربی مبین' کہا۔ اور اس کتاب کو 'نور اور کتاب مبین' کہا۔ مادہ "ع ر ب" کے معنی ہیں واضح اور عقل و دانائی سے بھرپور۔ یعنی قرآن روشنی کی طرح واضح اور دانائی و عقل کی بات کرتی ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے..........

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

حقیقت میں اللہ کے پاس تمہاری طرف ایک روشنی اور واضح کتاب آگئی ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 15)

دنیا کی کوئی بھی زبان لے لیجئے وہ آج وہ زبان نہیں رہی جو آج سے چند سو سال پہلے تھی۔ آج اس کا اسلوب بھی بدل گیا ہے۔ اس کے استعارے اور تشبیہات بھی بدل گئے ہیں بلکہ بعض زبانیں تو معدوم ہو گئی ہیں۔ اور بعض لوگ ان زبانوں کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش میں لگے ہیں۔ اور عربی زبان نے بھی زمانے کے تغیرات کا اثر قبول کیا ہے۔ اس لئے عربی کا معنی اگر عرب میں رہنے والوں کی زبان کیا جائے تو غلط ہو گا البتہ اگر عربی کا ترجمہ عقل و دانش کیا جائے تو مفہوم صحیح ہو گا۔

آخری کتاب

اللہ کی کتاب روشن بھی ہے واضح بھی اول بھی اور آخری بھی۔ آخری ہدایت نامہ اس لئے کہ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے.........

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

تیرے رب کا فیصلہ مکمل ہوا سچ اور عدل کے ساتھ اسکی بات کو بدلنے والا کوئی نہیں وہ باعلم سننے والا ہے۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر 115)

یہ پہلا اور آخری ہدایت نامہ اس لئے ہے کہ اللہ کی بات ہمیشہ ایک رہی ہے جب اس کا نفاذ ہو گا یہی کہا جائے گا کہ تیرے رب کی بات پوری ہوئی۔ مکمل ہوئی اور اس کا بدلنے والا کوئی نہیں کہ اس کی جگہ ایک اور ہدایت نامہ آجائے اللہ نے انسان کو اس کے شعور و علم کے معراج پر پہنچا دیا اس لئے اس کے لئے ایسی ہدایت پہنچا دی جو ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ آج کے انسان کے لئے اور آگے آنے والی نسلوں کے لئے بھی یہ مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے اللہ کا کلام ہمیشہ ایک تھا ایک ہے ایک رہے گا کبھی اصول اور پیمانہ نہیں بدلا کرتے۔ اچھائیاں آج بھی اچھائیاں ہیں کل بھی تھیں اور آنے والے کل میں بھی اچھائیاں ہی رہیں گی۔ برائی ہمیشہ برائی ہوتی ہے۔ اچھائی کبھی برائی میں نہیں بدلتی اور برائی کبھی اچھائی نہیں بن سکتی۔ اگر بلتا ہے تو ان پیمانوں کا نفاذ بدلتا ہے۔ انسان کبھی اچھائی کے پیمانوں کا نفاذ کرتا ہے تو کبھی بدل کر برائی کا نفاذ کرتا ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو تخلیق کرنے کے بعد اس کائنات میں بغیر قوانین اور ہدایات کے نہیں چھوڑ دیا۔ اس ذات اعلیٰ صفات نے ہر دور میں اور ہر قریہ میں اپنی ہدایات پہنچانے کا انتظام کیا۔ یہ اور بات ہے کہ ہر دور میں لوگوں نے اس کی ہدایت کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں.......

كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اللہ کی کتاب پیٹھوں کے پیچھے جیسے کہ وہ جانتے ہی نہیں۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 101)

ان آیات میں کچھ یہودیوں کی روش بیان ہوئی ہے کہ وہ لوگ اللہ کی کتاب کو پیچھے پھینک دیا کرتے ہیں جیسے ان کو اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں یہ وہی روش ہے جو آج مسلمان نے پکڑی ہوئی ہے۔ یعنی نہ صرف مسلمان نے اس کتاب کو پیچھے پھینک رکھا ہے بلکہ جو پیچھے گزر گئے اصلاف، محدثین، فقہاء وغیرہ کے لئے مخصوص کر رکھا ہے یعنی اس کا سمجھنا سمجھانا تو ان لوگوں کے لئے تھا جو پہلے زمانہ کے لوگ تھے۔ آج کے لوگ تو صرف اس کی پیروی کریں جو پہلے کے لوگوں نے قرآن سے سمجھا ہے۔

یہی مسلمان کی آج کے دور میں ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے کہ اس نے اللہ کے ضابطہ حیات کو چھوڑ کر انسانوں کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات کو پکڑ رکھا ہے۔ آج آپ امام جعفر کی فقہ کے پیروکار ہیں یا امام ابو حنیفہ کی فقہ کے یا امام شافعی وغیرہ کے فقہ کے پیروکار ہیں۔ آپ کہیں گے کہ انہوں نے بھی قرآن سے ہی فقہ مرتب کی ہے' تو سوال اٹھتا ہے کہ پھر اتنا اختلاف کیوں؟ اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے لحاظ اور اپنی عقل سے جو قرآن سے سمجھا حاصل کر لیا۔ اب اگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج ان کی بات قرآن سے ٹکراتی ہے تو آگے بڑھیئے، ہمت کیجئے اور قرآن کے حوالے سے جو غلط ہے اس کی نفی کیجئے اور جو صحیح ہے وہ سامنے لایئے۔

قرآنی آیات یعنی الٰہی برھان

اللہ نے ہر دور میں اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ ہدایات بھیجیں جو دل کی آنکھ کھلی رکھنے والوں کے لئے ایسی دلیلیں ہیں جن سے انسان سیدھی راہ آسانی سے متعین کر سکتا ہے۔سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے..........

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا

اے لوگوں بے شک تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی اتاری ہے۔

(سورۃ النساء آیت نمبر 174)

سورۃ الاعراف اور سورۃ الانعام میں قرآن کو اللہ نے بصائر فرمایا ہے........

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ

بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آگئی ہیں تو جس نے آنکھیں کھلی رکھیں (یعنی ہدایت حاصل کرلی) تو اپنی جان کے لئے اور جو ان سے اندھا ہوا (یعنی جس نے منہ موڑا) تو اپنی ہی ذات کے خلاف۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر 104)

لیکن آج امت مسلمہ کا المیہ ہی یہی ہے کہ اس نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اور آج ایسی واضح کتاب کی حامل ہونے کے باوجود ذلت کے اس گڑھے میں پڑی ہوئی ہے جس سے اس کا نکلنا کم از کم مستقبل قریب میں ممکن نظر نہیں آتا۔

واضح کردہ آیات

اللہ کی ذات پاک کتنی مہربان ہے کہ اس نے اپنی آیات کو بھی کھول کھول کر بیان کیا ہے تا کہ انسان کسی فقہ یا محدث یا علامہ کا محتاج نہ رہے اور خود قرآن میں ذرا سا غور کرے تو مطلب واضح ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے............

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اس طرح اللہ اپنی آیات انسانوں کے لئے واضح کرتا ہے تا کہ لوگ متقی ہو جائیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر187)

کیا انسان کو جائز ہے کہ وہ ایسی کتاب سے منہ پھیر لے جس کی اللہ تعالیٰ خود وضاحت بیان فرما رہے ہیں۔ تا کہ کسی ذہن میں خلفشار نہ رہے۔ ہر مسئلہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سمجھا رہے ہیں اور سمجھانے کے لئے بھی الگ الگ طریقہ استعمال فرما رہے ہیں.........

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ

ہم کس کس طرح آیات کو دھراتے ہیں پھر بھی لوگ منہ پھیرے چلے جاتے ہیں۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر42)

لیکن ہم لوگ کتنے سرکش ہو گئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کس کس انداز سے انسان کو سمجھا رہی ہے کہ دیکھو قرآن کی آیات کو ہم بار بار الگ الگ انداز سے دھراتے ہیں اور آیات کو الگ الگ انداز سے واضح کرتے ہیں تا کہ تم کسی کے محتاج نہ رہو اور قرآن کو سمجھنے کے لئے در در کی ٹھوکریں نہ کھاؤ۔ لیکن اس امت نے اپنے لئے یہ ذلت اور خواری اپنے ہاتھوں لکھ لی ہے اس لئے اللہ کے کلام کو بھول کر بھی نہیں کھولتے کہ کبھی تو دیکھ لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سے کس طرح ہم کلام ہوتے ہیں۔

کتاب مفصل

امت مسلمہ کو کس انداز سے اس قرآن کی طرف سے گمراہ کیا گیا اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس کی تفسیر اور تشریح میں کئی کئی جلدیں لکھی جاتی ہیں جو بذات خود عام انسان کے لئے دردسر بن جاتی ہیں۔ لیکن کسی مفسر نے کبھی یہ نہ سوچا کہ قرآن تو بذات خود مفصل ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہے.........

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا

اللہ وہ ہستی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر 114)

کبھی تو کسی مفسر نے سوچا ہوتا کہ تشریح تو اس کتاب کی کی جاتی ہے جس کو تفصیل کی ضرورت ہو یا یہ کہ لکھنے والے کا علم ناقص ہو تا کہ اس کی غلطیوں کو صحیح کیا جاسکے یا یہ کہ جو مقامات واضح نہیں ہیں ان کو واضح کیا جاسکے۔

نعوذ باللہ نہ تو اللہ کا علم ناقص ہے اور نہ ہی اس کا کلام ناقص ہے اور نہ ہی کائنات میں کوئی ایسی ہستی ہے جو اس کے علم سے زیادہ علم رکھتی ہو۔ اس کی کسی بات میں ابہام محسوس کرنا اور اس کی کسی بات کو نامکمل یا غیر واضح سمجھ کر اس کی تفسیر کرنا ایک بڑی جرات کا کام ہے اللہ ایسی گمراہی سے بچائے رکھے۔ جہاں اللہ کا کلام سمجھ نہ آرہا ہو تو قرآن کا طالبعلم سمجھ لے کہ اس کی خود اپنی کوشش کا نقص ہے۔ وہ قرآن میں غور کرے دوسرے مقامات کا جائزہ لے، بار بار قرآن کو پڑھے اسے ضرور اللہ منزل مراد تک پہنچادیں گے۔

ہم لوگ قرآن سے کتنے دور ہوگئے ہیں اس بات کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان خود قرآن پر غور کرتا ہے اور صرف ترجمہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ اکثر

تشریحات اور تفاسیر جو قرآن پر لکھی گئی ہیں ان میں کوئی خاص چیز نہیں ہوتی۔ آپ کو عموماً دو مقامات ملیں گے جہاں مفسر کلام کرتے ہیں

.... اول وہ مقامات جو اللہ نے خود واضح کر دیئے ہوتے ہیں اور مفسر کو اس جگہ زبان کھولنے کی ضرورت ہی نہ تھی

.... دوئم وہ مقامات جو بذات خود واضح تو تھے لیکن یہودی اسرائیلیات اور مجوسی روایات کے زیر اثر قرآن کا مفہوم بالکل بدل گیا ہوتا ہے جس کو عام قاری بھی محسوس کر لیتا ہے اور وہ اس طرح کہ آگے چل کر وہی بات مفسر کسی دوسری کہانی کے زیر اثر دوسرے انداز سے پیش کرتا نظر آتا ہے۔

لیکن وہ مقامات جہاں واقعی ایک استاد کی حیثیت سے علماء کو یہ بتانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس مقام کی وضاحت قرآن فلاں مقام پر کر رہا ہے ایسے مقامات کو قطعاً نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ حقیقت میں تو یہ وہ مقام تھا جہاں اصل راہنمائی کی ضرورت تھی لیکن ان مقامات پر مفسر کی پہنچ نہیں ہو پاتی۔ اکثر تفاسیر ان روایات کا چناؤ ہیں جو ہماری مقدس کتابوں کی رونق بن گئی ہیں۔ ایک مفسر کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ کہانی صحیح ہے جبکہ دوسرا مفسر کہتا ہے میرے نزدیک یہ قصہ صحیح ہے۔ حالانکہ کبھی کوئی نہیں سوچتا کہ اللہ نے اسی قرآن میں یہ بھی کہا..........

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

اور یقیناً ہم ان کے پاس ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کی ہم نے علم کی بنیاد پر تفصیل کی ہے اور جو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(سورۃ الاعراف آیت نمبر 52)

اور تفسیر کے متعلق سورۃ الفرقان میں کفار کے اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب کبھی بھی یہ کوئی بات لے کر آتے ہین تو ہم آپ کو الحق عطا کرتے ہین اور بہترین تفسیر بھی دیتے ہیں ملاحظہ فرمایئے سورۃ الفرقان کی یہ آیت.........

وَلا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

اور جب بھی کوئی مثال آپ کے پاس لاتے ہیں تو ہم آپ کو الحق عطا کرتے ہیں اور بہترین تفسیر آپ کو دیتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 33)

اب ایسے کلام کے آنے کے بعد جس کی نہ صرف تفصیل اللہ نے علم کی بنیاد پر کی ہو بلکہ اپنی تفسیر کو احسن تفسیر بھی کہا ہو کیا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فقیہ یا شیخ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ قرآن کے لئے کسی اور تفصیل یا تفسیر کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ تو بار بار مختلف اسلوب بیان اختیار کرتے ہیں کہ اگر ایک طرح سے بات سمجھ نہیں آ رہی تو دوسرے انداز سے آ جائے۔ ہر ذہنی سطح سے قرآن بات کرتا ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر تو قرآن سب انسانوں کے لئے نہیں ہے تو اللہ پاک کسی نہ کسی جگہ یہ واضح کر دیتے کہ یہ قرآن صرف علماء اور مفسرین کے لئے ہے وہ ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تصریف آیات سے کام لیتے ہیں تا کہ لوگ اس کو سمجھیں سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلا نُفُورًا

بے شک ہم نے اس قرآن میں بار بار پھیر کر بیان کیا تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں؟

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 41)

قرآن سے ہمیں دور کرنے میں جہاں علماء، مفسر اور فقہا کا ہاتھ ہے وہاں ان سے زیادہ ہم خود بھی ذمہ دار ہیں۔ ہم جان بوجھ کر نا سمجھ بن گئے اور فرار کا راستہ اختیار کر لیا کہ جب تک

کوئی سمجھانے والا نہ ہو گا ہم تو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور سمجھانے والوں کا حال یہ ہے کہ ہر کوئی اپنا ہی راگ الاپ رہا ہے فرار کے ان راستوں کو چھوڑ کر اگر انسان قرآن کی طرف رجوع کرے تو قرآن خود راستہ دکھاتا چلا جاتا ہے۔

ہمارا یقین کمزور پڑ گیا ہے۔ ہم قرآن کو زبانی کلامی تو ضرور کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے لیکن حقیقت میں اسے عام کتاب کا درجہ بھی نہیں دیتے۔ اگر یہ کتاب ہمارا ضابطہ حیات ہے تو پھر اس کو ہم نے اپنی زندگی پر لاگو کیوں نہ کیا؟ ہم اس کو وہ درجہ کیوں نہیں دیتے جو اس کا حق ہے ہم نے اس کو تبرکاً تو گھر میں رکھا ہوا ہے لیکن کبھی اس کو Reference Book نہیں بنایا کہ ہر معاملہ میں اس کی طرف رجوع کرتے۔ ہم تو اپنے معاملات کے لئے کبھی کسی فقہ کی طرف اور کبھی کسی فقہ کی طرف دوڑتے ہیں لیکن اس کتاب سے ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ ہم کبھی کسی در پر بھیک مانگتے ہیں اور کبھی کسی در پر ماتھا ٹیکتے ہیں لیکن اس در سے جو خود دینے کو تیار ہے واپس مڑ جاتے ہیں۔

ایک دفعہ تو اس قرآن سے چمٹ کر دیکھئے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا کلام آپ کے دل میں کیسے اپنا گھر بناتا ہے۔ آپ کے دل کی گہرائیوں میں کیسے اترتا ہے اور ہر راز سے کیسے پردہ اٹھاتا چلا جاتا ہے۔ کل تک جو باتیں چھپی ہوئیں تھیں آج کیسے آشکارہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔

صرف ایک مرتبہ کوشش کر دیکھئے اور آپ محسوس کریں گے جیسے آسمان سے بادل چھٹ گئے۔ مفسرین اور نام نہاد علماء نے جو اندھیرے آپ کے گرد قائم کر دیئے تھے کس طرح چھٹ گئے آپ کو یقین کی حد تک اطمینان و سکون میسر آجائے گا۔ تب یہ احساس ہو گا کہ قرآن کا سمجھنا کوئی مشکل نہ تھا۔

قرآن آپ کو ایک اہم بات یہ بھی بتاتا ہے کہ آپ کو کس چیز سے دھوکہ دیا جاتا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 112 میں فرمایا کہ انسان اور جنوں میں سے شیطان صفت لوگ ایک

دوسرے کو وحی کرتے ہیں اور نبیوں کی دشمنی پر کمربستہ رہتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے قول کا ملمع چڑھا کر ہی دھوکہ دیتے ہیں۔

سب نبیوں کے لئے انسانوں اور جنات میں سے شیطان صفت لوگ پیدا ہوتے رہے اور وہ ایک دوسرے کو وحی کرتے تھے یعنی سازشیں کرتے تھے اور اللہ کے کلام کا ملمع چڑھا کر دھوکہ دیتے تھے۔ لیکن اصل مقصد ان کا گمراہی پھیلانا ہوتا ہے۔ وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتے کہ اللہ کے کلام کا بول بالا ہو بلکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اللہ کے کلام کو ملمع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اللہ کے کلام کی تفسیر اور تشریح مین وہی کہانیاں ملیں گی جو یہودی روایات یعنی تالمود کی زینت ہیں۔ یا مجوسی مذہب کے زیر اثر کہانیاں گردش کرتی رہی ہیں۔ عموماً مفسر اور علماء حضرات آیات کا مقصد نزول نہیں بیان کرتے اور اگر کسی آیت کے تحت بیان بھی کیا تو اس کے ساتھ ایک کہانی چسپاں کر دی تاکہ آیت کا مجموعی تاثر ختم ہو جائے۔ اس کہانی کا نہ سر ہوتا ہے نہ پیر۔ قرآن کو یہ لوگ مہجور کر دیتے ہیں رب تعالیٰ کے حضور رسول نے اپنی قوم کی یہی شکایت کی کہ میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا تھا یعنی ان کہانی قصوں کے اندر بند کر دیا تھا۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول نے شکایت کی کہ میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر رکھا تھا۔

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 30)

مھجور اس جانور کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں آپس میں باندھ دیئے جائیں تاکہ وہ ہل جل نہ سکے اب آپ اندازہ لگائیں کہ قرآن کو جب ہم ایک خاص کہانی اور قصہ یا شان نزول کے تحت سمجھتے ہیں تو اس کو مھجور ہی کر دیتے ہیں۔ اس کی تنفیذ جو عمومی ہونی چاہیے وہ نہیں رہتی۔

قرآن اور احکامات

اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو پہنچانے کے بعد ایک ہی تقاضا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم صرف اور صرف قرآن کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ نہ صرف عام زندگی کے تمام معاملات میں اسے راہبر مانا جائے بلکہ اختلافی مسائل اور قانونی فیصلوں میں بھی اسی کا حکم تسلیم کیا جائے۔ سورۃ المائدہ میں قانونی پہلوؤں کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

لوگوں کے درمیان فیصلے ان احکامات کے مطابق کرو جو اللہ نے اتارے ہیں۔

(سورۃ المائدہ ایت نمبر 49)

اللہ نے بنی اسرائیل کے قصے بیان کرکے اس امت کو جس کام کے لئے چنا وہ یہ کہ اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے اور اس کے اصول و اقدار کو بنیاد بنا کر ایک فلاحی مثالی معاشرہ قائم کرے۔ اس امت کو امت وسطاً کہہ کر پکارا گیا۔ اس کو ایک منصب پر فائز کرنے کے بعد ایک ذمہ داری شہادت علیٰ الناس کی اسی طرح سونپی گئی جس طرح بنی اسرائیل کو تمام اقوام عالم پر فضیلت دے کر ایک ذمہ داری دی گئی تھی۔ لیکن جس طرح بنی اسرائیل گمراہیوں کا شکار ہوئی اسی طرح یہ امت مسلمہ بھی بنی اسرائیل کی طرح اگر خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اس لئے اب وہ اللہ تعالیٰ کی چہیتی ہے اور آخرت میں کامیاب، وہ اللہ کے عطا کردہ احکامات کو نافذ کرنے کی بجائے اس کے اصولوں کو فرسودہ سمجھ کر پھینک دے اور خود ساختہ قوانین بنا لے یا دوسری قوموں سے مستعار لے لے تو پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ ایسی قوم اللہ کے نزدیک کافر، ظالم اور فاسق ہے۔ اور ظاہر ہے دنیا اور آخرت میں کافر، ظالم یا فاسق کا کیا انجام ہو گا کسی بیان کا محتاج نہیں۔ سورۃ المائدہ میں یکے بعد دیگرے تین آیات میں اس فیصلے کو دوٹوک انداز میں واضح فرمایا گیا ہے.........

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 44)

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 45)

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 47)

قرآن سے دوری کی سزا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی سزا بھی تجویز کردی ہے جو قرآن سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

پہلی سزا.......... فرقہ پرستی

سب سے پہلی سزا تو آپس کی تفرقہ بازی ہے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری امت ہزاروں فرقوں میں بٹ گئی ہے ہم سب کا دین ایک ہے جو قرآن کا دین ہے۔ اگر ہم اس دین کو اپنالیں تو کوئی تفرقہ بازی نہیں رہے گی۔ اس کے برعکس اگر ہم قرآن کو چھوڑ دیں گے تو تفرقہ میں پڑ جائیں گے۔ اس لئے رب العالمین نے فرمایا.......

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اللہ کی رسی قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

(سورۃ ال عمران آیت نمبر 103)

یعنی اللہ کی رسی ہمیں تفرقہ بازی سے بچا سکتی ہے۔ فرقہ پیدا ہی اس وقت ہو گا جب انسان اپنی بنیاد سے ہٹے گا۔ ہماری بنیاد صرف اور صرف قرآن ہے۔ قرآن کے علاوہ جو بھی عقائد ہوں گے وہ ظاہر ہے نئے عقائد ہوں گے خواہ اس کو اسلام کا لبادہ ہی پہنا کر پیش کیا جائے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلم امت کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ اور ہر ایک کے پاس اپنی شریعت ہے۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ اللہ نے تو صرف ایک ہی شریعت دی تھی۔ اس لئے آج مسلمانوں میں رائج سب شریعتیں تو صدفی صد صحیح نہیں ہونگیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہر شریعت میں تھوڑا بہت اللہ کی شریعت کا عکس ہو۔ کسی میں زیادہ کسی میں کم۔ لیکن جو عقائد اور احکامات کی ملاوٹ اللہ کی شریعت کے ساتھ آگئی ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ تو اللہ کے احکامات کے ساتھ انسانی احکامات کا اشتراک ہو گیا۔

کیا آپ نے اپنے عقیدہ، مسلک اور فرقہ کا تجزیہ کر لیا ہے کہ آپ اس شرک کے مجرم تو نہیں؟ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ

ان مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا۔ اور ہر گروہ کے پاس جو عقائد ہیں وہ اسی میں مست ہے۔

(سورۃ الروم آیت نمبر 32)

اپنے عقیدہ اور فرقہ یا مسلک کے تجزیہ کے لئے آپ کو صرف اور صرف قرآن کو کھولنا ہو گا۔ اور دیکھنا ہو گا کہ وہ آپ کو کیا دے رہا ہے۔

دوسری سزا.................. ہدایت سے عاری زندگی

دوسری بڑی سزا جو اللہ نے تجویز کی وہ یہ کہ وہ شخص جو اللہ کے کلام سے استکبار کرتا ہے اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ پھر اہل ایمان ہوتا ہی نہیں اور اللہ کے خلاف سرکشی اختیار کر لیتا ہے وہ اللہ کی ہدایت سے صحیح راہ پر آنے کی توفیق کھو بیٹھتا ہے خواہ اسے کتنے ہی دلائل دیئے جائیں۔ وہ ہزار حیلے بہانے بنا کر اس راہ کو اپناتا ہی نہیں لیکن جیسے ہی اسے ایسی راہ نظر آتی ہے جو اللہ کی ہدایت کے علاوہ راہ ہو تو فوراً اس پر چل پڑتا ہے سورۃ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے........

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ

ہم اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دیتے ہیں جو زمین میں تکبر کرتے ہیں حق کے خلاف ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ کیسی ہی نشانی کیوں نہ دیکھیں اہل ایمان نہیں ہوتے۔ اگر وہ ھدایت کا صحیح راستہ بھی دیکھیں تو اس کو نہیں پکڑتے لیکن جیسے ہی غلط راستہ نظر آتا ہے تو فوراً پکڑ لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ وہ ہماری آیات سے غفلت برتتے ہیں۔

(سورۃ الاعراف آیت نمبر 146)

ان آیات سے واضح ہوا کہ اصل بیماری اللہ کی آیات سے منہ پھیرنا ہے جس کی وجہ سے وہ تکبر کی روش اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی آیات کو سمجھ لے تو وہ تکبر کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ کی آیات سے غفلت کی وجہ سے وہ صحیح راہ کی طرف آتا ہی نہیں اس کو یہ توفیق رہتی ہی نہیں کہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے۔ اس لئے جیسے ہی غلط راستہ سامنے آتا ہے وہ فوراً اس کو پکڑ لیتا ہے۔

تیسری سزا......... جیسے کتے کی زندگی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ٥ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

(سورۃ الاعراف آیت نمبر175,176)

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ اعراف کی ان آیات میں ایک شخص کی مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ ایک شخص کو آیات دی گئیں لیکن وہ ان آیات سے فرار ہو گیا جس کے نتیجہ میں اس کے پیچھے شیطان لگ گیا اور آخر کار اس کو کہیں کا نہ رکھا اور وہ گمراہوں میں ہو گیا اور اگر وہ شخص کسی لائق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس گمراہی سے نکال لیتے لیکن وہ تو زمین میں دھنستا ہی چلا گیا کیونکہ اب وہ اللہ کی آیات کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا پس اس مرحلہ پر اس کی حالت تو ایسی ہے جیسے کتے کی ہو کہ اگر اس پر بوجھ رکھو تو بھی زبان لٹکائے اور اگر اسے چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے۔

یہ مثال اس قوم کی ہے جو اللہ کی آیات کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ یعنی اس کی آیات کو جھٹلا دیتی ہے اور اپنی خواہشات کے مطابق قوانین اور شریعت تشکیل دے لیتی ہے۔

حرف آخر

اللہ کے نازل کردہ قرآن کے بعد جس کو اللہ نے اپنے علم کی بنیاد پر مفصل نازل کیا ہو ہم کو کس ہدایت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

یہ ایک لمحہ فکریہ ہے ان کے لئے جو کوئی بھی راہ فرار اختیار کریں۔ خواہ یہ کہہ کر کہ عربی زبان مشکل ہے یا تراجم کے اختلاف کا بہانہ بنا کر یا کوئی اور بہانہ تراش کر لیکن یہ سب کچھ ہمارے یقین کی کمزوری ہے کہ ہم اس کلام پاک کو زبانی کلامی تو کلام اللہ اور مکمل ضابطہ حیات کہتے ہیں۔ لیکن اپنے اوپر نافذ نہیں کرتے۔ اگر ہم کو یقین ہو تو ہم کس طرح ایسے کلام کو فراموش کر سکتے ہیں۔

آیئے غور کریں کہ قرآن کس طرح سمجھا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کسی قسم کی شرمندگی نہ اٹھانی پڑ جائے۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو ہم یہ تجزیہ کریں ہماری استطاعت کیا ہے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی تو علم کے میدان میں آگے بڑھنے کی استطاعت رکھتا ہے، تو کوئی عمل کے میدان میں سب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ کوئی نظام عدل سے منسلک ہے تو کوئی انجینئر ہے اور کوئی تاجر پیشہ ہے۔ ہر شخص کی صلاحیت اور جہاں الگ الگ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی ہے تو اس کے نظام کو چلانے کے لئے ہر میدان کے ماہر بھی پیدا کئے ہیں جو ماہرانہ انداز سے اختصاص کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ سوچ ہی غلط ہے کہ انسان اپنے ذریعہ معاش کو چھوڑ کر بوریا بستر لپیٹے اور جنگلوں یا صحراؤں میں تبلیغ کے لئے نکل جائے۔ اپنے بیوی بچوں کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو تبلیغ کرنے نکل

کھڑا ہو۔ ہر شخص کی ذمہ داری اس کے اپنے اہل و عیال ہیں اسے ان کی ذمہ داری پوری کرنی ہے۔ جو جس پیشے سے بھی منسلک ہے وہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے امانت ہے۔ اس امانت میں تبلیغ کے نام پر خیانت نہیں ہونا چاہیے۔ ہر شخص اپنے پیشے کی ذمہ داری پوری کرے۔ ہر شخص پر دین کی طرف سے بھی ذمہ داری ہے۔ ہر شخص کو قرآن کا حق ادا کرنا ہو گا۔

قرآن ہمارا ضابطہ حیات یعنی دین ہے۔ یہ چند عبادات یا رسومات کا نام نہیں۔ دین تو نام ہے زندگی کی ہر سانس کو احکامات قرآنی کے تابع کرنے کا۔ اس لئے ہم کو قرآن کے اساسی احکامات کا جاننا ضروری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو کچھ حدود میں مقید کیا ہے اس کے برعکس دوسرے معاملات میں وسعت دی ہے جو آپ اپنے خاندان، ماحول اور معاشرہ کے معروف طریقوں کے تحت کرتے ہیں ان معاملات کو مقید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ناگواری کا باعث ہو گا۔ یعنی جہاں روکا گیا ہے وہاں رک جانا اللہ کی رضا کا باعث ہے اور جہاں بندش نہیں ہے وہاں خود بندش لگا لینا اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا باعث ہے۔

قرآن سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ابتداء میں کسی بھی ترجمہ سے استفادہ کر لیا جائے۔ جو کہ بامحاورہ ہو یا مفہوم کو بیان کر رہا ہو۔ تراجم میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہیں۔ البتہ چند مقامات پر مترجم اپنے فرقہ کو سامنے رکھ کر آیات کا حسب عقیدہ ترجمہ کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ غیر جانبدار نہیں رہتا۔ آج ہر شخص کو اتنا تو معلوم ہے کہ کونسا مترجم کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ایسے مقامات کا جو اس کے فرقہ کی ترجمانی کریں کسی دوسرے ترجمہ سے موازنہ کر لیں اور اگلے مرحلہ میں ایک ایسا ترجمہ بھی ساتھ رکھ لیں جو لفظی ترجمہ ہو یعنی عربی لفظ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ درج ہو۔ اس طرح سے بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

البتہ اگر ہمت کریں تو عربی زبان کو ایسے ہی سمجھنے کی کوشش کریں جیسے انگریزی کو سمجھنے کے لئے کرتے ہیں۔ یقین جانیے عربی زبان مشکل نہیں ہے اس لئے عربی زبان سے مت ڈریئے۔ ہمارے دین کے اجارہ داروں نے ہم کو ڈرا ڈرا کر ہماری ہمتیں پست کر دی ہیں تاکہ ہم آگے نہ بڑھ سکیں اور ان مذہبی ٹھیکیداروں کا کام چلتا رہے۔